اور نزاع مت کرو، ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ القرآن
اسلامی صحافت کا معمار
ہفت روزہ
ضربِ مومن
کراچی
قیمت
اشاعتِ خصوصی
کے ساتھ 15 روپے، صرف میگزین 10 روپے
ترتیب، مفتی محمد دارالافتاء والارشاد، ناظم آباد کراچی
عشرۂ ذی الحجہ
فضائل واحکام
قربانی
فضائل و مسائل

عشرۂ ذی الحجہ
فضائل و احکام

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دوسرے ایام کا کوئی عمل عشرۂ ذی الحجہ (یکم ذی الحجہ سے دس ذی الحجہ تک) کے دوران نیک عمل سے بڑھ کر پسندیدہ نہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بڑھ کر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بڑھ کر ہے، ہاں جو شخص جان اور مال لے کر اللہ کی راہ میں نکلا، پھر ان میں سے کوئی چیز بھی واپس لے کر نہ آیا، سب کچھ اللہ کے راستے میں قربان کردیا، بے شک یہ سب سے بڑھ کر ہے۔ (صحیح بخاری)

یوم عرفہ کا روزہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوم عرفہ یعنی ۹/ ذی الحجہ کا روزہ ایک سال گذشتہ اور ایک سال آیندہ کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ (صحیح مسلم)

اہم تنبیہ: احادیث فضائل میں جہاں بھی کسی نیک عمل سے گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر ہے ان سے صغیرہ گناہ مراد ہیں، کبیرہ گناہ بغیر توبہ وندامت کے کسی عمل سے معاف نہیں ہوتے، مگر صغیرہ گناہوں کی معافی بھی کوئی معمولی نعمت نہیں۔

عشرۂ ذی الحجہ میں بال اور ناخن نہ کاٹنا مستحب ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عشرۂ ذی الحجہ شروع ہو جائے اور تم میں سے کسی کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو قربانی کرنے تک وہ جسم کے کسی حصہ کے بال نہ لے اور ناخن نہ کاٹے۔ (صحیح مسلم)

یہ استحبابی حکم صرف قربانی کرنے والوں کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ میں اس کی صراحت ہے وہ بھی اس شرط سے کہ زیر ناف اور بغلوں کی صفائی اور ناخن کاٹے ہوئے چالیس روز نہ گذرے ہوں۔ اگر چالیس روز گذر گئے ہوں تو امور مذکورہ کی صفائی واجب ہے۔

تکبیرات تشریق:

تکبیرات تشریق یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد، یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کی فجر سے تیرھویں ذی الحجہ کی عصر تک ہر نماز کے بعد پڑھنا مفتی بہ قول کے مطابق واجب ہے۔ بعض لوگ تین دفعہ پڑھنے کو ضروری سمجھتے ہیں جو غلط ہے، ہر نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے۔

تکبیرات تشریق مرد، عورت، مقیم ومسافر سب پر واجب ہیں:

مفتی بہ قول کے مطابق مذکورہ تاریخوں میں تکبیرات تشریق کا پڑھنا جماعت سے نماز پڑھنے والے اور تنہا نماز پڑھنے والے، شہری اور دیہاتی، مقیم اور مسافر، مرد اور عورت سب پر واجب ہے۔ البتہ مرد متوسط بلند آواز سے پڑھے اور عورت آہستہ۔ بہت سے لوگ اس میں غفلت کرتے ہیں، پڑھتے ہی نہیں یا آہستہ پڑھ لیتے ہیں، اس کی اصلاح ضروری ہے۔

تکبیرات کہنا بھول گیا تو کیا کرے؟

سلام کے متصل بعد تکبیرات بھول جانے کی صورت میں اگر نماز کے منافی کوئی کام نہیں کیا تو یاد آنے پر تکبیرات کہہ دینی چاہئیں اور اگر نماز کے منافی کوئی کام کرلیا مثلاً آواز سے ہنس پڑا، عمداً وضو توڑ دیا، عمداً یا سہواً کلام کرلیا، مسجد سے نکل گیا، میدان میں نماز پڑھی اور صفوں سے باہر نکل گیا تو تکبیرات فوت ہوگئیں، اب کہنے سے واجب ادا نہیں ہوگا، اس پر استغفار ضروری ہے۔

فوت شدہ نماز کی قضاء کے بعد تکبیرات:

ایام تشریق کی کوئی فوت شدہ نماز اسی سال ایام تشریق میں قضاء کرے تو اس کے بعد بھی تکبیرات تشریق کہنا واجب ہے۔ البتہ اگر ایام تشریق سے پہلے کی کوئی نماز ایام تشریق میں قضاء کرے یا ایام تشریق کی کوئی فوت شدہ نماز ایام تشریق کے بعد قضاء کرے تو تکبیرات نہ کہے۔

تکبیرات تشریق ایک عظیم ومؤثر درس:

تکبیرات تشریق پانچ دن تک ہر نماز کے بعد کیوں کہی جاتی ہیں؟ تاکہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت دلوں میں پختہ ہو، جس ذات کی دل میں عظمت ہوتی ہے آدمی اس کے کسی حکم سے سرتابی نہیں کرتا، ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے، بلکہ اس کے اشاروں پر چلتا ہے، اس کی چاہت کو مدنظر رکھ کر عمل کرتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں کسی کے حکم، کسی کے خوف وملامت، کسی کی محبت کو خاطر میں نہیں لاتا اور دل میں جس کی عظمت نہیں ہوتی، آدمی اس کے بار بار کے حکم کی پروا نہیں کرتا۔

تکبیرات تشریق ہوں یا اذان واقامت اور نماز کی تکبیرات، ان میں بار بار مسلمانوں کو جھنجھوڑا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دلوں میں بٹھاؤ، اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلے میں نفس وشیطان، اعزہ واقارب، دوست احباب کسی کی بات نہ مانو، عظمت وکبریائی صرف اللہ کے لئے ہے، صرف اسی کی اطاعت کرو، اس کی اطاعت میں آنے والی ہر رکاوٹ کا مقابلہ کرو۔

یہ حقیقت پیش نظر رکھ کر یہ تکبیرات کہنی چاہئیں، پھر اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت دل میں پیدا ہورہی ہے یا محض طوطے کی طرح رٹے رٹائے بول بولے جارہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوٹ رہی ہے اور آخرت کی فکر دل میں پیدا ہورہی ہے یا دن بدن دنیا کی ہوس میں اضافہ ہورہا ہے؟

یاد رکھئے! جسمانی امراض کے نسخوں سے کوئی فائدہ حاصل کرنے کی نیت وارادہ نہ بھی کرے تو بھی فائدہ ہوجاتا ہے، مگر روحانی امراض کے جو نسخے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں ان سے شفاء حاصل کرنے کا قصد وارادہ ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ بار بار اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا زبان سے اقرار کرنے کا دل پر اثر نہ ہو۔

یوم عید الاضحیٰ کے مسنون اعمال:

مسواک کرنا، غسل کرنا، پاک وصاف عمدہ کپڑے جو میسر ہوں پہننا، خوشبو لگانا، عید کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا، عید کی نماز کو جاتے ہوئے تکبیرات تشریق بآواز بلند کہنا، عیدگاہ پیدل جانا، عیدگاہ سے واپس پہلا راستہ بدل کر آنا، عیدگاہ پہنچ کر تکبیرات ختم کردینا، اگر میسر ہو تو قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتداء کرنا، یہ حکم صرف دسویں تاریخ کے ساتھ خاص ہے۔

نماز وخطبہ کے احکام وآداب

عیدگاہ شہر سے باہر ہونا مسنون ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نماز ہمیشہ شہر سے باہر نکل کر اداء فرماتے تھے، صرف ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے باہر تشریف نہیں لے جاسکے، اس لئے عیدگاہ کا شہر سے باہر ہونا سنت ہے، اس طرح اجتماع عظیم میں شوکت اسلام کا مظاہرہ بھی ہے، مگر بڑے بڑے شہروں میں باہر نکل کر عید کی نماز پڑھنا مشکل ہے، اس لئے شہر کے اندر بڑے میدان یا بوقت ضرورت مسجد میں نماز اداء کرنا بلا کراہت جائز ہے، مگر حتی الامکان ہر محلّہ میں چھوٹے چھوٹے اجتماعات کی بجائے ایک مقام پر بڑے اجتماع کی کوشش کی جائے۔

نماز عید سے قبل نفل پڑھنا مکروہ ہے:

نماز عید سے پہلے نفل پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے، خواہ گھر میں پڑھے یا عیدگاہ میں، حتی کہ عورت بھی گھر میں نفل پڑھنا چاہے تو نماز عید کے بعد پڑھے اور نماز عید کے بعد فقط عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

نماز عید سے پہلے قضاء نماز پڑھنا جائز ہے:

قضاء نماز عید سے پہلے گھر میں پڑھ سکتے ہیں، اگر کسی کی اسی روز کی فجر کی نماز قضاء ہوگئی تو نماز عید سے پہلے اس کی قضاء پڑھ لینے میں کوئی مضایقہ نہیں، اگرچہ صاحب ترتیب کے لئے اسے نماز عید سے پہلے پڑھنا ضروری بھی نہیں، فجر پڑھے بغیر بھی اس کی نماز عید درست ہے، اسی طرح سابقہ نمازوں کی قضاء بھی نماز عید سے پہلے پڑھی جاسکتی ہے، مگر بہتر ہے کہ نماز عید کے بعد پڑھی جائے۔

نماز عید کا وقت:

آفتاب طلوع ہوکر بقدر نیزہ بلند ہوجائے تو نماز عیدین کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور آفتاب ڈھلنے سے پہلے پہلے تک (جب تک آفتاب عین سر پر نہ آجائے) رہتا ہے، اگر دوران نماز وقت ختم ہوگیا تو نماز عید نہ ہوئی بلکہ یہ رکعتیں نفل ہوجائیں گی۔

مستحب یہ ہے کہ نماز عید الاضحیٰ جلد اداء کی جائے تاکہ لوگ جلد قربانی کرسکیں اور نماز عید الفطر قدرے تاخیر سے اداء کی جائے تاکہ لوگ نماز سے پہلے صدقۃ الفطر اداء کرسکیں۔

خطبہ عید کا مستحب طریقہ

عموماً خطباء حضرات خطبہ کی ابتداء وانتہاء میں تکبیرات نہیں کہتے یا تکبیرات تشریق ایک مرتبہ کہہ دیتے ہیں، یہ طریقہ خلاف والی ہے۔ مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے خطبہ کی ابتداء میں نو بار، دوسرے خطبہ کی ابتداء میں سات بار اور بالکل آخر میں چودہ بار مسلسل تکبیرات یعنی "اللہ اکبر" کہا جائے۔

نماز عید پہلے روز اداء نہ کی جاسکی:

اگر شدید بارش وغیرہ کسی عذر سے نماز عید الفطر پہلے روز اداء نہ کی جاسکی یا پڑھنے کے بعد وقت گذرنے کے بعد معلوم ہوا کہ نماز نہیں ہوئی تھی، مثلاً امام کا وضوء نہ تھا یا وقت نکل جانے کے بعد پڑھی گئی تو دوسرے روز زوال آفتاب سے پہلے اداء کی جائے۔ اگر کسی عذر سے تیسرے روز تک مؤخر ہوگئی تو اب نماز جائز نہیں، بلا عذر دوسرے روز تک مؤخر کی گئی تو بھی پڑھنا جائز نہیں، البتہ نماز عید الاضحیٰ کسی عذر سے رہ گئی تو تیسرے روز بھی زوال تک اداء کی جاسکتی ہے، بلا عذر بھی مؤخر کی گئی تو بھی تیسرے روز پڑھی جاسکتی ہے مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

نماز عید کا طریقہ:

صفیں اچھی طرح درست کرنے کے بعد دل میں یہ نیت کریں کہ اس امام کی اقتداء میں نماز عید اداء کرتا ہوں، زبان سے نیت کے مخصوص الفاظ اداء کرنا ضروری نہیں، بلکہ اسے ضروری سمجھنا بدعت ہے۔

نماز عید دو رکعت ہے:

نماز عید دو رکعت ہے اور ہر رکعت میں تین تین تکبیرات زائد ہیں، پہلی رکعت میں ثناء کے بعد قراءت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد رکوع سے پہلے، تمام تکبیرات میں کانوں تک ہاتھ اٹھائیں، پہلی رکعت میں دو زائد تکبیرات کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں اور تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں، دوسری رکعت کی تینوں زائد تکبیرات میں ہاتھ کانوں تک لے جاکر چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر کہتے ہوئی رکوع میں جائیں۔

خطبہ سننا واجب ہے:

سلام کے بعد تکبیرات تشریق پڑھیں، پھر اطمینان سے بیٹھ کر خطبہ سنیں، خطبہ سننا واجب ہے۔

نماز عید

چند اہم مسائل

عید کی نماز کے لئے جماعت شرط ہے:

اگر کوئی شخص نماز عید کی جماعت میں نہ پہنچ سکا تو اکیلے اس کی قضاء نہیں پڑھ سکتا، البتہ اگر گھر لوٹ کر چار رکعت نفل پڑھ لے تو بہتر ہے۔

کئی آدمیوں کی نماز عید رہ گئی:

اگر کئی آدمیوں کی نماز عید رہ گئی تو کسی دوسری مسجد یا عید گاہ میں جہاں پہلے عید کی نماز نہ ہوئی ہو اپنی الگ جماعت کر کے نماز عید پڑھ سکتے ہیں، ایسی مسجد یا عید گاہ نہ ملے تو کسی دوسری جگہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔

جس کی تکبیرات رہ گئیں:

جو شخص امام کے تکبیرات سے فارغ ہو کر قراءت شروع کرنے کے بعد پہنچا وہ نیت باندھ کر پہلے زائد تکبیرات کہہ لے۔ امام کو رکوع میں پایا تو اگر رکوع نکل جانے کا اندیشہ نہ ہو تو پہلے زائد تکبیرات کہے پھر رکوع میں جائے اور اگر رکوع نکل جانے کا اندیشہ ہو تو تکبیرۂ تحریم کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور ہاتھ اٹھائے بغیر رکوع ہی میں تینوں تکبیرات کہہ لے اور رکوع کی تسبیح "سبحان ربی العظیم" بھی پڑھ لے، دونوں کا جمع کرنا ممکن نہ ہو تو صرف تکبیرات کہے، تسبیحات چھوڑ دے، تکبیرات واجب اور تسبیحات سنت ہیں، اگر تکبیرات پوری کہنے سے پہلے ہی امام نے رکوع سے سر اٹھالیا تو بقیہ تکبیرات چھوڑ کر امام کا اتباع کرے۔

امام کو دوسری رکعت کے رکوع میں پایا:

اگر امام کو دوسری رکعت میں پایا تو بعینہ وہی تفصیل ہے جو اوپر درج کی گئی۔ البتہ امام کے سلام کے بعد جب فوت شدہ رکعت اداء کرے گا تو پہلے قراءت کرے پھر تکبیرات کہے۔

جس کی دونوں رکعتیں نکل گئیں:

اگر کسی کی دونوں رکعتیں نکل گئیں، سلام سے پہلے پہلے امام کے ساتھ شامل ہو گیا تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کر حسب قاعدہ دونوں رکعتیں پڑھے اور تکبیرات اپنے اپنے مقام پر یعنی پہلی رکعت میں ثناء کے بعد قراءت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد رکوع سے پہلے کہے۔

دوسری رکعت میں تکبیرات کو قراءت سے مؤخر کرنا واجب نہیں:

دوسری رکعت میں تکبیرات زائدہ کو قراءت سے مؤخر کرنا اولی ہے، واجب نہیں، لہٰذا اگر امام نے غلطی سے یہ تکبیرات قراءت سے پہلے کہہ دیں تو بھی نماز بلا کراہت ہوگی۔
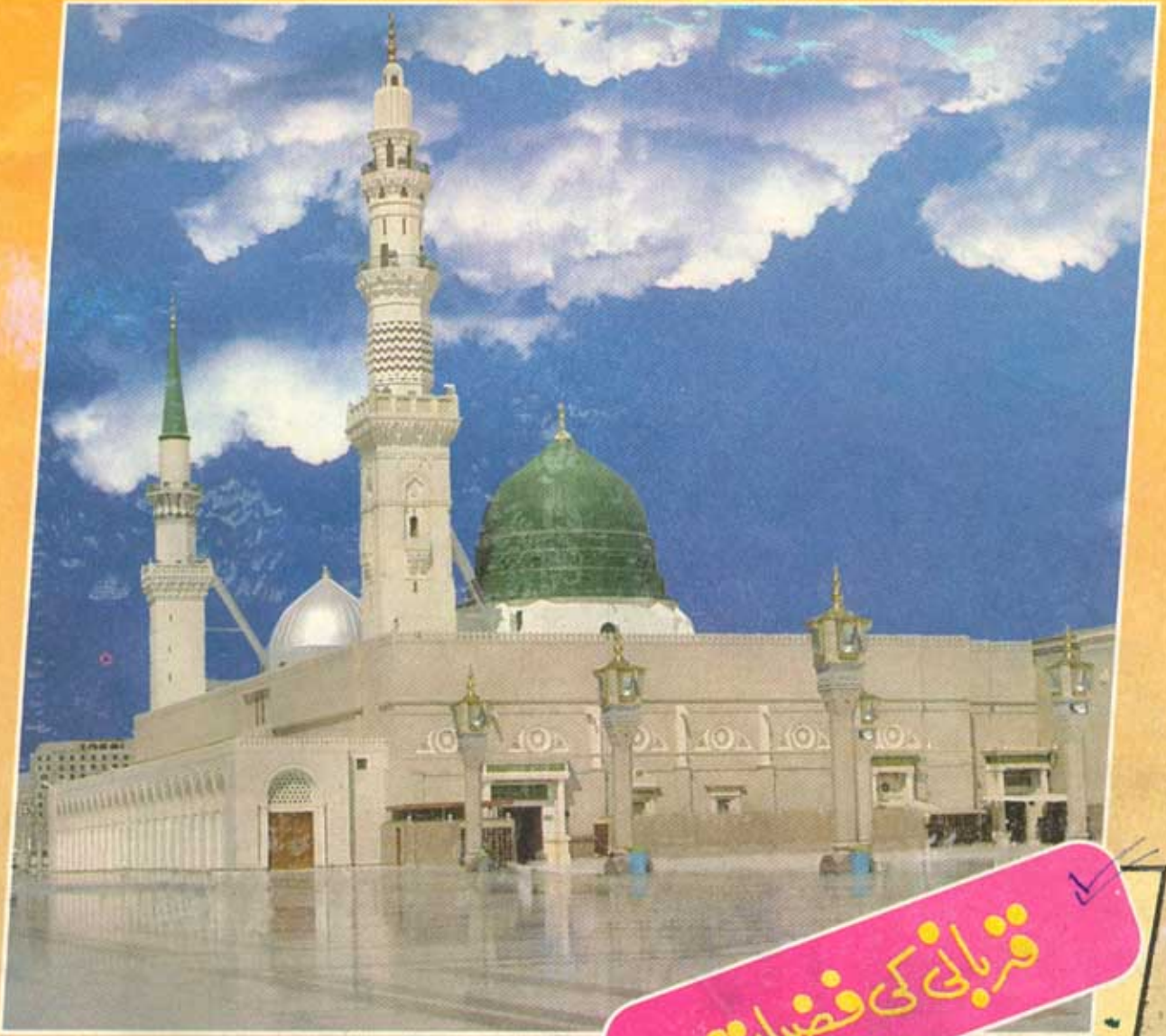
امام تکبیرات بھول کر رکوع میں چلا گیا:

اگر امام تکبیرات زائدہ بھول کر رکوع میں چلا گیا تو یاد آنے پر رکوع ہی میں یہ تکبیرات کہہ لے، رکوع چھوڑ کر قیام کی طرف نہ لوٹے لیکن اگر امام رکوع چھوڑ کر لوٹ آیا اور تکبیرات کہہ کر پھر رکوع کر لیا تو بھی نماز ہو جائے گی۔

نماز عید میں سجدہ سہو:

عام نمازوں کی مانند جمعہ و عیدین میں بھی ترک واجب و تاخیر فرض سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، لیکن نماز جمعہ و عیدین میں بلکہ کسی بھی نماز میں مجمع بہت زیادہ ہو اور سہو کرنے سے لوگوں میں فساد و انتشار کا اندیشہ ہو تو بہتر ہے کہ سجدہ سہو نہ کیا جائے۔

جو شخص بیرون ملک نماز عید پڑھ کر آیا:

اگر کوئی شخص کسی بیرونی ملک میں نماز عید پڑھ کر آیا تو وہ پاکستان پہنچ کر نماز عید کی امامت کر سکتا ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ عید کی امامت نہ کرے بلکہ بصورت اقتداء نماز عید اداء کرے۔

قربانی کی فضیلت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالی کے نزدیک قربانی کے دن بندوں کے تمام اعمال میں پسندیدہ ترین عمل جانور کا خون بہانا ہے اور بندہ قیامت کے دن اپنی قربانی کے سینگوں، کھروں اور بالوں سمیت حاضر ہوگا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے پہلے اللہ تعالی کی بارگاہ میں شرف قبول حاصل کر لیتا ہے، لہٰذا تمہیں چاہئے کہ خوش دلی سے قربانی کرو۔

ترمذی، ابن ماجہ)

قربانی نہ کرنے پر وعید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص استطاعت رکھنے (صاحب نصاب ہونے) کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ پھٹکے۔''

(مسند احمد، ابن ماجہ)

قربانی
فضائل و مسائل

قربانی کی فضیلت:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کے دن بندوں کے تمام اعمال میں پسندیدہ ترین عمل جانور کا خون بہانا ہے اور بندہ قیامت کے دن اپنی قربانی کے سینگوں، کھروں اور بالوں سمیت حاضر ہوگا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبول حاصل کر لیتا ہے، لہٰذا تمہیں چاہئے کہ خوش دلی سے قربانی کرو۔" (ترمذی، ابن ماجہ)

قربانی نہ کرنے پر وعید:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص استطاعت رکھنے (صاحب نصاب ہونے) کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ پھٹکے۔" (مسند احمد، ابن ماجہ)

قربانی اور روشن خیالوں کے تاریک خیالات

سوال: ہمارے علاقہ کے ایک جدید تعلیم یافتہ استاذ نے نیا فتنہ شروع کر رکھا ہے کہ جانور کی قربانی صرف حاجی حج کے موقع پر مکہ معظمہ میں کرسکتا ہے، اس کے علاوہ اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، ہر سال مسلمان عیدالاضحی کے موقع پر فریضۂ حج کی ادائیگی کے بغیر جو دنیا کے مختلف حصوں میں کرتے ہیں اس کا کوئی جواز نہیں، بلکہ یہ بدعت ہے۔

اس کے اس پروپیگنڈہ نے کئی ضعیف الاعتقاد لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے۔ نیز بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مسلمان ایامِ عید میں لاکھوں جانوروں کا خون بہا کر اربوں روپے کا نقصان کرتے ہیں، اس کی بجائے اگر یہی روپے نادار افراد پر صرف کئے جائیں، مساجد وغیرہ کی تعمیر پر یا رفاہ عامہ کے کاموں میں لگا دیئے جائیں تو پوری امت کا کتنا نفع ہو؟ ان حالات میں ہم نے آپ کی طرف رجوع کرنا مناسب سمجھا، آپ مفصل فتویٰ صادر فرمائیں کہ:

(۱) قربانی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے علاوہ بھی کبھی قربانی کی ہے؟

(۳) صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کا قربانی کے سلسلے میں کیا معمول رہا ہے؟

(۴) کیا صدقہ و خیرات قربانی کے قائم مقام ہوسکتا ہے؟

(ابواحسان کوثر نیازی۔ رحیم یار خان، عبدالقادر۔ کوٹلی پائیں، مانسہرہ۔ دیگر متعدد سائلین)

جواب: اس دور کے فتنوں میں سے ایک بہت بڑا فتنہ یہ ہے کہ مغرب سے مرعوب بلکہ ذہنی غلامی کا شکار ایک طبقہ دین اسلام کے یقینی طور پر ثابت شدہ احکام و شعائر کو مسلمانوں کی مادی ترقی میں بہت بڑی رکاوٹ سمجھ کر ان میں قطع و بیونت اور ردوبدل کے درپے رہتا ہے اور جہاں اس سے بھی کام بنتا نہیں دیکھتا تو سرے سے انکار کر بیٹھتا ہے، یوں امت مسلمہ کے درد اور خیر خواہی کے پردوں میں الحاد کا بہت بڑا دروازہ کھل جاتا ہے اور جاہل عوام احکام اسلام کے بارے میں شکوک و شبہات کا شکار ہوکر گمراہ ہوجاتے ہیں اور بعض اوقات ایمان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

ایسے حالات میں عوام پر لازم ہے کہ وہ دینی مسائل میں جدید تعلیم یافتہ مغرب زدہ طبقہ۔ جو دین کی مبادیات سے بھی جاہل ہے۔ کی بے سروپا باتوں پر کان دھرنے کی بجائے مستند علماء سے مضبوط تعلق قائم کریں اور احکام اسلام کے بارے میں ان سے رہنمائی حاصل کریں کہ یہ انہی کا منصب ہے۔

ایک مسلمان کا مطمحِ نظر بہرکیف احکام الٰہیہ کی بجا آوری ہے، خواہ کسی حکم کی علت اس کی عقل کی ڈبیا میں آئے یا نہ آئے۔ بس اتنا کافی ہے کہ وہ حکم اور عمل قابل قبول دلیل سے ثابت ہو۔

قربانی ایک مستقل واجب عبادت بلکہ شعائر اسلام میں سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے دس سالہ قیام میں ہر سال قربانی فرمائی، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین و اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ غرض پوری امت کا متوارث و مسلسل عمل بھی قربانی کرنے کا ہے، آج تک کسی نے نہ اسے حج اور مکہ معظمہ کے ساتھ خاص سمجھا ہے اور نہ صدقہ و خیرات کو اس کے قائم مقام سمجھا ہے۔ قربانی کے بارے میں جتنی آیات و احادیث ہیں وہ سب جانوروں کا خون بہانے سے متعلق ہیں، نہ کہ صدقہ و خیرات سے متعلق۔ نیز ان میں حج اور مکہ معظمہ کی کوئی تخصیص نہیں، بطور نمونہ چند آیات و احادیث ملاحظہ ہوں:

(۱) وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ (سورۂ حج: آیت ۳۴)

ترجمہ: ہم نے (جتنے اہل شرائع گزرے ہیں ان میں سے) ہر امت کے لئے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا فرمائے تھے۔

امام ابن کثیر و امام رازی رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں تصریح فرمائی ہے کہ خون بہا کر جانوروں کی قربانی کا دستور شروع دن سے ہی تمام ادیان و مذاہب میں چلا آ رہا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۷: ج ۳، تفسیر کبیر ص ۳۴: ج ۳)

(۲) وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ (سورۂ حج۔ آیت: ۶۷)

ترجمہ: ہم نے ہر امت کے لئے ذبح کرنے کا طریقہ مقرر کیا ہے کہ وہ اس طریقہ پر ذبح کیا کرتے تھے۔

(۳) فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (سورۂ کوثر۔ آیت: ۲)

ترجمہ: سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور (اسی کے نام کی) قربانی کیجئے۔

(۴) **عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من وجد سعۃ فلم یضح فلا یقربن مصلانا۔** (احمد، ابن ماجہ، ابویعلیٰ، حاکم)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ پھٹکے۔

(۵) **عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ عشر سنین یضحی۔** (احمد، ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور اس عرصۂ قیام میں آپ مسلسل قربانی فرماتے رہے۔

ان آیات و احادیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

(۱) صاحب نصاب پر قربانی واجب ہے اور استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ناراضی کا اظہار فرمایا، حتیٰ کہ اس کا عیدگاہ کے قریب آنا بھی پسند نہ فرمایا۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے ۱۰ سال میں ہر سال قربانی فرمائی، حالانکہ حج آپ نے صرف آخری سال فرمایا۔ معلوم ہوا کہ قربانی نہ حج کے ساتھ خاص ہے اور نہ مکہ معظمہ کے ساتھ، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ۹ سال قربانی کیوں فرماتے؟

(۳) قربانی سے مقصد محض ناداروں کی مدد نہیں جو صدقہ و خیرات سے پورا ہوجائے، بلکہ قربانی میں مقصود جانور کا خون بہانا ہے، یہ عبادت اسی خاص طریقہ سے ادا ہوگی، محض صدقہ و خیرات کرنے

سے نہ یہ عبادت ادا ہوگی، نہ اس کے مطلوبہ فوائد وثمرات حاصل ہوں گے۔ ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں غربت و افلاس دورِ حاضر کی نسبت زیادہ تھا، اگر جانور ذبح کرنا مستقل عبادت نہ ہوتی تو وہ حضرات جانور ذبح کرنے کی بجائے ناداروں کے لئے چندہ جمع کرتے یا اتنی رقم رفاہ عامہ کے کاموں میں صرف فرماتے۔

قربانی کی بجائے صدقہ وخیرات کا مشورہ

ایسا ہی ہے جیسے کوئی نادان یہ مشورہ دے کہ آج سے نماز، روزہ کی بجائے اتنا صدقہ کردیا جائے، ظاہر ہے کہ اس سے نماز، روزہ کی عبادت ادا نہ ہوگی، اسی طرح صدقہ و خیرات سے قربانی کی مستقل عبادت بھی ادا نہ ہوگی۔

درحقیقت قربانی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عظیم الشان عمل کی یادگار ہے جس میں انہوں نے اپنے لختِ جگر کو ذبح کرنے کے لئے لٹا دیا تھا اور ہونہار فرزند حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلاچوں چرا حکمِ الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے ذبح ہونے کے لئے اپنی گردن پیش کردی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرما کر دنبے کو فدیہ بنا دیا تھا، اس پر ذبح کر کے ہی عمل ہوسکتا ہے۔ محض صدقہ وخیرات سے اس عمل کی یاد تازہ نہیں ہوسکتی۔

نیز حافظ ابن کثیر وامام رازی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عطاء، حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ، حضرت حسن بصری، حضرت قتادہ، حضرت محمد بن کعب قرظی، حضرت ضحاک رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہم کا قول نقل کیا ہے کہ مشرکین عرب غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا کرتے تھے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ اپنے رب کے نام پر جانور ذبح کریں۔ (تفسیر ابن کثیر: ص۷۳۳، ج۴)

اس بناء پر جانور ذبح کر کے ہی اس حکم الٰہی کو پورا کیا جاسکتا ہے، صدقہ وخیرات اس کا بدل نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ ملحدین کی تحریف سے دین کی حفاظت فرمائیں اور مسلمانوں کو مستند علماء کرام سے دین حق کی رہنمائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ واللہ العاصم من جمیع الفتن وھو الموفق لما یحب و یرضیٰ.

قربانی سے کیا سبق حاصل کیا جائے؟

(۱) قربانی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جس عظیم الشان عمل کی یادگار ہے، اس کا دل و دماغ میں استحضار کیا جائے اور اس حقیقت کو سوچا جائے کہ یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور اس کی رضا جوئی کے لئے تھا۔ اور یہ جذبہ ہونا چاہئے کہ اگر بیٹے ہی کو ذبح کرنے کا حکم باقی رہتا تو ہم بخوشی اس کی تعمیل کرتے۔ ہر والد کا جذبہ یہ ہو کہ میں ضرور اپنے لختِ جگر کو قربان کرتا اور ہر بیٹے کا جذبہ یہ ہو کہ میں قربان ہونے کے لئے بدل وجان راضی ہوتا اور یہ عزم ہونا چاہئے کہ اگر یہ حکم آج نازل ہوجائے تو ہم اس میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کریں گے۔

(۲) قربانی کی اصل روح اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنی تمام نفسانی خواہشات کو قربان کردے۔ جانور ذبح کر کے قربانی دینے کے حکم میں یہی حکمت پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں تمام خواہشات نفسانیہ کو ایک ایک کر کے ذبح کرو۔ اگر کوئی شخص جانور کی قربانی تو بڑے شوق سے کرتا ہے، مگر خواہش نفس اور گناہوں کو نہیں چھوڑتا، نہ اس کی فکر ہے تو اگرچہ واجب تو اس کے ذمہ سے ساقط ہوگیا، مگر قربانی کی حقیقت و روح سے محروم رہا، اس لئے قربانی کی ظاہری صورت کے ساتھ ساتھ اس کی حقیقت کو حاصل کرنے کا عزم، کوشش اور دُعاء بھی جاری رہنا چاہئے۔

(۳) حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف ایک جانور کی قربانی نہیں کی، بلکہ پوری زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں گزارا جو حکم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا فوراً تعمیل کی۔ جان، مال، ماں باپ، وطن ومکان، لختِ جگر غرض سب کچھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان فرمایا۔ ہمیں بھی اپنے اندر یہی جذبہ پیدا کرنا چاہئے کہ دین کا جو تقاضا بھی سامنے آئے اور اللہ تعالیٰ کا جو حکم بھی سامنے آئے اس پر عمل کریں گے۔ اپنے اعزہ واحباب، بیوی بچوں، ماں باپ، خاندان، قوم کسی چیز کو بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں ترجیح نہیں دیں گے۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہئے
مدنظر تو مرضی جاناں چاہئے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہئے کیا کیا نہ چاہئے

(۴) اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرما کر دنبے کو حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ بنا دیا اور اس کی بناء پر اب بیٹے

کی قربانی کا حکم نہیں ہے، مگر جہاد فی سبیل اللہ میں اپنی جان اور اولاد کو قربان کرنے کا حکم تو ہمیشہ کیلئے ہے۔ جہاد تو قیامت تک جاری رہے گا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار جہاد کا حکم فرمایا ہے اور آج یہ حکم پوری تاکید کے ساتھ امت مسلمہ کی طرف متوجہ ہے۔ کیا کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اس آواز پر لبیک کہے اور دنیا بھر کی مظلوم ماؤں، بہنوں کی سسکیوں پر کان دھرنے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان کی بازی لگانے کی تڑپ دل میں پیدا کرے؟؟؟

شرائط وجوب قربانی:

قربانی چھ شرطوں سے واجب ہوتی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)...... مسلمان ہونا، غیر مسلم پر قربانی نہیں۔

(۲)...... مقیم ہونا، مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

(۳)...... آزاد ہونا، غلام پر قربانی واجب نہیں۔

(۴)...... بالغ ہونا، نابالغ پر قربانی واجب نہیں۔

(۵)...... عاقل ہونا، مجنون پر قربانی واجب نہیں۔

ہاں! اگر قربانی کے ایام میں مجنون کو افاقہ ہو تو قربانی واجب ہے۔

(۶)...... تونگری یعنی صاحب نصاب ہونا، مسکین پر قربانی نہیں۔

قربانی کا وقت

شہر اور دیہات میں فرق:

شہر والوں کے لئے قربانی کا وقت ۱۰ ذی الحجہ کو نماز عید کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور دیہات والوں کے لئے صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے۔ اختتام میں کوئی فرق نہیں، دونوں کے لئے ۱۲ ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک وقت رہتا ہے۔ چنانچہ دیہات والے صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے بھی قربانی کر سکتے ہیں اور شہر والے نماز عید کے بعد قربانی کر سکتے ہیں، شہر میں کسی بھی جگہ عید کی نماز نہیں ہوئی تھی کہ کسی شہری نے قربانی کردی تو قربانی نہیں ہوئی۔

مستحب وقت:

دیہات والوں کے لئے مستحب وقت یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد قربانی کریں اور شہر والوں کے لئے مستحب وقت یہ ہے کہ خطبہ عید کے بعد قربانی کریں۔ پہلا دن قربانی کے لئے سب سے افضل ہے، پھر دوسرے دن کا درجہ ہے، پھر تیسرے دن کا۔

پہلے دن نماز نہ پڑھی جاسکی:

اگر شہر میں کسی وجہ سے نماز عید نہ پڑھی جاسکے تو قربانی اتنی مؤخر کی جائے کہ نماز کا وقت گذر جائے یعنی زوال آفتاب تک انتظار کیا جائے۔

اگر نماز عید کسی عذر سے گیارہویں یا بارہویں کو پڑھی جائے تو قربانی نماز عید سے پہلے بھی کی جاسکتی ہے۔

کسی ایک جگہ نماز عید کا ہو جانا اضحیہ کے لئے کافی ہے:

اگر شہر میں متعدد جگہ نماز عید ہوتی ہے تو قربانی کی صحت کے لئے ایک جگہ نماز ہو جانا کافی ہے۔ ہر قربانی کرنے والے کا نماز عید پڑھ کر قربانی کرنا ضروری نہیں۔ شہر میں سب سے پہلی نماز کے بعد کسی نے خود نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کردی تو جائز ہے۔

وقت میں فرق کس لحاظ سے؟

شہر اور دیہات کے درمیان جو وقت قربانی کا فرق بیان کیا گیا، یہ فرق قربانی کے لحاظ سے ہے نہ کہ قربانی کرنے والے کے اعتبار سے۔ لہٰذا اگر شہری نے اپنا جانور دیہات میں بھیج دیا تو نماز عید سے پہلے بھی اسے ذبح کیا جاسکتا ہے اور اگر دیہاتی نے اپنا جانور شہر میں بھیج دیا تو اسے نماز عید سے پہلے ذبح کرنا جائز نہیں۔

رات میں قربانی کرنا:

دسویں اور تیرہویں رات کو قربانی کرنا جائز نہیں۔ گیارہویں اور بارہویں رات کو جائز ہے، مگر رات میں رگیں نہ کٹنے، یا ہاتھ کٹنے، یا اضحیہ کے آرام میں خلل کے اندیشہ سے ذبح کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

مذکورہ شرائط کا پورے وقت میں پایا جانا ضروری نہیں:

مذکورہ شرائط کا قربانی کے پورے وقت میں پایا جانا ضروری نہیں، بلکہ وقت وجوب کے آخری جزء میں بھی اگر یہ شرطیں پائی گئیں تو اس پر قربانی واجب ہے۔ یعنی اگر ۱۲ ذی الحجہ کی شام میں غروب آفتاب سے ذرا پہلے کوئی کافر مسلمان ہوگیا، یا مسافر وطن پہنچ گیا، یا غلام آزاد ہوگیا، یا بچہ بالغ ہوگیا، یا فقیر صاحب نصاب بن گیا تو ان پر قربانی واجب ہوگی بشرطیکہ دوسری شرطیں بھی ان میں پائی جائیں۔ اس میں مرد و زن کا حکم یکساں ہے۔

آخر وقت میں کوئی شرط فوت ہوگئی:

اگر ابتداء ایام اضحیہ میں کسی پر قربانی واجب تھی، مگر آخر میں کوئی شرط فوت ہوگئی تو قربانی واجب نہیں رہی، مثلاً: مالدار تنگ دست ہوگیا، یا مقیم مسافر بن گیا تو ان پر قربانی واجب نہیں رہی۔

فقیر قربانی کے بعد مالدار ہوگیا:

اگر کسی فقیر نے قربانی کردی، پھر آخر وقت میں مالدار ہوگیا، یعنی بقدر نصاب مال اسے حاصل ہوگیا تو راجح قول کے مطابق اس پر نئے سرے سے قربانی کرنا واجب نہیں۔

حاجی مسافر ہو تو قربانی واجب نہیں:

اگر کوئی شخص ۸ ذی الحجہ سے پندرہ دن قبل مکہ مکرمہ پہنچ گیا تو وہ مقیم ہے۔ اگر وہ صاحب نصاب ہے تو اس پر قربانی واجب ہے جسے وہ وہاں بھی ادا کر سکتا ہے اور اپنے وطن میں کسی کو وکیل بنا کر بھی ادا کر سکتا ہے اور اگر ۸ ذی الحجہ سے چودہ دن قبل یا اس سے بھی کم دن قبل مکہ مکرمہ پہنچا تو وہ مسافر ہے، اس پر قربانی واجب نہیں۔

واضح رہے کہ حج تمتع و قران کرنے والے پر بطور شکر الگ قربانی واجب ہوتی ہے، جس کا وہیں کرنا ضروری ہوتا ہے۔

چند سنگین غلطیوں کی اصلاح

قربانی کس پر واجب ہے:

بعض دیندار لوگ بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ فرضیت زکوٰۃ اور وجوب قربانی کا نصاب ایک ہی ہے، ہم پر چونکہ زکوٰۃ فرض نہیں، لہٰذا قربانی بھی واجب نہیں، حالانکہ دونوں کا نصاب الگ الگ ہے۔

زکوٰۃ چار قسم کے اموال پر فرض ہوتی ہے:

(۱) سونا (۲) چاندی (۳) نقدی (۴) مال تجارت

ان چار قسم کے اموال کے علاوہ جانوروں میں بھی زکوٰۃ فرض ہے، جس کا نصاب اور تفصیل الگ ہے۔ قربانی کے نصاب میں ان اشیاء کے علاوہ ضرورت سے زائد سامان کی قیمت لگانا بھی ضروری ہے۔

یاد رکھیں ٹی وی، وی سی آر جیسی خرافات، کپڑوں کے تین جوڑوں سے زائد لباس اور وہ تمام اشیاء جو محض زیب و زینت یا نمود و نمائش کے لئے گھروں میں رکھی رہتی ہیں اور سال بھر میں ایک مرتبہ بھی استعمال نہیں ہوتیں، زائد از ضرورت ہیں اس لئے ان سب کی قیمت بھی حساب میں لگائی جائے گی۔

خلاصہ یہ کہ جس شخص کی ملک میں ساڑھے سات تولہ (=۸۷ء۴۷۹ گرام سونا یا ساڑھے ۵۲ تولہ =۶۱۲ء۳۵ گرام چاندی یا نقدی یا مال تجارت یا ضرورت سے زائد سامان میں سے کوئی ایک یا ان پانچوں کا مجموعہ یا ان میں سے بعض کا مجموعہ ساڑھے ۵۲ تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو قربانی اور صدقۃ الفطر واجب ہے اور ایسے شخص کے لئے زکوٰۃ یا صدقہ واجبہ لینا بھی جائز نہیں۔

ساڑھے ۵۲ تولہ یعنی ۶۱۲ء۳۵ گرام چاندی کی قیمت صرافوں سے معلوم کی جاسکتی ہے، چونکہ سونے چاندی کی قیمت بدلتی رہتی ہے، اس لئے کسی ایک دن کی قیمت لکھ دینا غلط فہمی کا باعث ہوگا۔

کسی کو دیا ہوا قرض بھی نقدی میں شمار ہوگا:

ایک غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ جو رقم کسی کو قرض دے رکھی ہوا سے نصاب کا حساب لگاتے وقت شامل نہیں کرتے، حالانکہ جس قرض کے ملنے کی توقع ہو اسے نقدی میں شمار کیا جائے گا، خواہ وہ نقدی کی صورت میں آپ نے کسی کو دیا ہو یا کوئی چیز فروخت کی ہو اور قیمت وصول نہ کی ہو۔

لیا ہوا قرض نکال کر نصاب کا حساب لگایا جائے۔

بعض لوگ مقروض ہوتے ہیں، اس وجہ سے صاحب نصاب نہیں ہوتے مگر پھر بھی واجب سمجھ کر قربانی کرتے ہیں، حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر آپ مقروض ہیں تو زکوٰۃ کے نصاب میں چار اور قربانی کے نصاب میں پانچ قسم کے اموال کی قیمت لگائیں، پھر اس سے قرض کو تفریق کریں، قرض نکالنے کے بعد اگر بقیہ اموال بقدر نصاب ہیں تو آپ پر زکوٰۃ اور قربانی واجب ہے، ورنہ نہیں۔ قرض خواہ یا اہل حقوق کے حقوق پامال کر کے قربانی کرنا جائز نہیں، اگر قربانی واجب نہ ہونے کے باوجود کسی کا حق تلف کئے بغیر قربانی کرے، مقصود اللہ کی رضا ہو، نہ کہ فخر و نمود تو کوئی مضایقہ نہیں۔

سونے چاندی پر زکوٰۃ اور قربانی کی تفصیل:

عموماً یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے حتیٰ کہ بعض اہل علم بھی اس کا شکار ہیں کہ جب تک سونا ساڑھے سات تولہ اور چاندی ساڑھے باون تولہ نہ ہو تو اس پر کسی مال میں نہ زکوٰۃ فرض ہے، نہ قربانی واجب ہے، حالانکہ وزن کا اعتبار اس صورت میں ہے کہ جب کسی کی ملک میں صرف سونا یا صرف چاندی ہو، نقدی ایک پیسہ بھی نہ ہو، مال تجارت ذرا سا بھی نہ ہو اور ضرورت سے زائد کچھ بھی نہ ہو۔ اگر دو یا زیادہ اقسام کے اموال ہوں تو ہر ایک کا علیحدہ نصاب پورا ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس صورت میں سب کی قیمت لگائی جائے، اگر سب کی قیمت کا مجموعہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا زائد ہو جائے تو مسئلہ نمبر ۱ میں مذکور تفصیل کے مطابق زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہے، مثلاً اگر کسی کے پاس ایک تولہ سونا ہے اور ایک روپیہ نقدی ہے تو دونوں کی مالیت کو دیکھا جائے گا، ایک تولہ سونے کی قیمت اگر پانچ ہزار ہے تو ایک روپیہ نقدی اس کے ساتھ جمع کریں گے، گویا یہ شخص ۵۰۰۱ روپے کا مالک ہے، اگر یہ رقم ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا اس سے زائد ہے تو زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہے۔

چنانچہ خواتین کے پاس کئی کئی تولے سونا ہوتا ہے، کچھ نہ کچھ نقدی بھی ضرور ہوتی ہے، ضرورت سے زائد سامان کے ڈھیر ہوتے ہیں مگر وہ نہ زکوٰۃ ادا کرتی ہیں، نہ قربانی، اس کی اصلاح بہت ضروری ہے۔

گھر کے سربراہ کی قربانی سب کی طرف سے کافی نہیں:

عموماً یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ گھر کا سربراہ قربانی کرلے تو اسے سب افراد خانہ کی طرف سے کافی سمجھا جاتا ہے، حالانکہ سربراہ کے علاوہ گھر کا کوئی اور فرد یا افراد نصاب کے مالک ہوں تو ان پر الگ سے قربانی واجب ہے، اس صورت میں گھر کے سربراہ کی طرف سے قربانی کو کافی سمجھنا ایسا ہی جیسے سربراہ کی نماز کو سب افراد خانہ کی طرف سے کافی سمجھا جائے۔

ہاں اگر اولاد اپنی سب کمائی والد کو دے دیتی ہے اور اولاد کی ملکیت میں اور کوئی مال زکوٰۃ اور ضرورت سے زیادہ سامان بقدر نصاب بھی نہیں تو زکوٰۃ اور قربانی صرف والد ہی پر فرض ہے، اولاد پر نہیں۔

قربانی کے لئے مال پر سال گذرنا ضروری نہیں:

وجوب قربانی کے لئے مال پر سال گذرنا ضروری نہیں، بلکہ قربانی کے دنوں میں بقدر نصاب مال کا مالک ہونا ضروری ہے، حتیٰ کہ ۱۳ ذی الحجہ کی شام میں غروب آفتاب سے ذرا پہلے کہیں سے بقدر نصاب مال آگیا، مثلاً ہدیہ میں مل گیا تو قربانی واجب ہوگئی۔

اگر غروب سے پہلے وقت کم ہونے کی وجہ سے قربانی کرنا ممکن نہ ہو یا کسی نے غفلت کی اور آفتاب غروب ہوگیا تو ایک بھیڑ یا بکری یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔

شرکاء میں سے ہر ایک کا صحیح العقیدہ مسلمان ہونا ضروری ہے:

شرکاء میں سے ہر شریک کا صحیح العقیدہ مسلمان ہونا صحت اضحیہ کے لئے شرط ہے، اگر کوئی ایک شریک بھی ایسا ہو جس کا عقیدہ صحیح نہ ہو تو کسی شریک کی بھی قربانی صحیح نہ ہوگی، اس لئے اچھی طرح اطمینان کر لینا چاہئے کہ ہر شریک صحیح العقیدہ مسلمان ہے۔

* صحیح العقیدہ مسلمان: جو تمام ضروریات دین پر ایمان و اعتقاد رکھتا ہو۔

ضروریات دین: جن کا ثبوت قطعی ویقینی ہو اور ان کا دین ہونا مشہور و معروف ہو، اس لئے دین کے کسی بھی امر قطعی و بدیہی کے منکر کے ساتھ قربانی نہ کی جائے مثلاً

ا۔ عقیدہ ختم نبوت کے منکرین۔

۲۔ منکرین حدیث۔

۳۔ وہ شخص جو قرآن مجید میں تحریف کا قائل ہو یا ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہو یا حضرات شیخین حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نعوذ باللہ مرتد کہتا ہو۔

۴۔ مشرک یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات یا کسی صفت میں مخلوق کو شریک ٹھہرانے والا مثلاً غیر اللہ کو مختار کل یا نفع و نقصان کا مالک یا عالم الغیب سمجھنے والا۔

مندرجہ بالا عقائد رکھنے والوں کا ذبیحہ بھی حرام ہے، ان سے ذبح نہ کرائے ورنہ قربانی نہیں ہوگی۔

قربانی کے لئے ثواب کی نیت ضروری ہے:

سب شرکاء کا بنیت ثواب قربانی کرنا ضروری ہے اگر کسی ایک شریک کی نیت قربانی کی نہ ہو، بلکہ محض گوشت کھانے کی نیت ہو تو کسی شریک کی بھی قربانی درست نہیں ہوگی۔

حرام آمدن والوں کو شریک کرنا:

عموماً اس کا خیال نہیں رکھا جاتا کہ سب شرکاء حلال آمدن سے قربانی کرنے والے ہوں، جانچ پڑتال کے بغیر ہر ایک کو شریک کر لیا جاتا ہے، اس سے بعض اوقات سب کی قربانی ضائع ہو جاتی ہے۔

بینک، انشورنس کا ملازم یا کوئی حرام آمدن والا اگر حرام آمدن سے رقم دے کر قربانی میں شریک ہوا تو شرکاء میں سے کسی کی بھی قربانی درست نہیں ہوئی، کیونکہ تمام شرکاء کا بنیت قربت قربانی کرنا ضروری ہے اور حرام مال سے قربت یعنی ثواب کی نیت کرنا جائز نہیں، بلکہ اس سے کفر کا اندیشہ ہے۔

مذکورہ بالا مسائل سے کسی کو یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کے غلط عقیدہ، غلط نیت اور حرام آمدن سے سب کے حصے کیسے خراب ہو گئے اور سب کی قربانی کیوں ضائع ہو گئی؟ جواب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ قربانی میں تجزی و تقسیم نہیں ہو سکتی کہ چھ حصوں کو درست کہا جائے اور ایک حصہ کو غلط کہا جائے، جیسے کسی نے نماز کی چوتھی رکعت میں کسی ایسے امر کا ارتکاب کیا جو مفسد صلوٰۃ (نماز کو توڑنے والا) ہے تو یہ نہیں کہا جائے گا چونکہ مفسد چوتھی رکعت میں پایا گیا اس لئے صرف چوتھی رکعت فاسد ہوئی، بلکہ پوری پر نماز فساد کا حکم جاری ہوگا۔

قربانی تک بھوکا پیاسا رہ کر اس کو روزہ سمجھنا جہالت ہے:

عوام قربانی تک بھوکا پیاسا رہنے کو روزہ کا نام دیتے ہیں، یہ جہالت کی بات ہے، روزہ تو پورے دن کا ہوتا ہے اور عید کے دن تو ویسے ہی روزہ رکھنا حرام ہے، البتہ قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتداء کرنا مستحب ہے، مگر وہ روزہ نہیں، نہ اس میں روزہ کا ثواب ہے، نہ روزہ کی نیت ہے اور نہ ہی یہ حکم فرض یا واجب ہے، صرف مستحب ہے اور صرف دسویں تاریخ کے ساتھ مختص ہے۔ لہٰذا اگر کسی علاقے میں عوام اسے روزہ سمجھتے ہوں تو اہل علم کو قربانی سے پہلے کچھ کھانا چاہئے تا کہ عوام کی اصلاح ہو۔

قربانی کن جانوروں کی جائز اور کن کی ناجائز ہے

قربانی کن جانوروں کی جائز اور کن کی ناجائز ہے؟

قربانی مندرجہ ذیل جانوروں کی ہو سکتی ہے:

اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، دنبہ۔ ان جانوروں میں سے ہر ایک کی قربانی درست ہے، خواہ نر ہو یا مادہ یا خصی۔ ان کے سوا کسی دوسرے جانور کی قربانی درست نہیں، جیسے نیل گائے، ہرن وغیرہ۔

جانوروں کی عمروں کی تفصیل:

قربانی کے اونٹ کی عمر کم از کم پانچ سال، گائے، بھینس کی دو سال اور بھیڑ، بکری، دنبہ کی ایک سال ہونا ضروری ہے۔

البتہ بھیڑ یا دنبہ چھ ماہ کے ہوں، مگر اس قدر فربہ (صحت مند اور موٹے) ہوں کہ دیکھنے میں پورے سال کے معلوم ہوتے ہوں، جس کی علامت یہ ہے کہ انہیں سال کی بھیڑوں، دنبوں میں چھوڑ دیا جائے تو دیکھنے والا ان میں فرق نہ کر سکے تو سال سے کم عمر ہونے کے باوجود ان کی قربانی جائز ہے، اگر چھ ماہ سے عمر کم ہو تو کسی صورت میں قربانی درست نہیں، خواہ بظاہر کتنے ہی بڑے لگتے ہوں۔

قربانی کی کم از کم مقدار:

قربانی کی کم از کم مقدار ایک چھوٹا جانور (بھیڑ، بکری) یا بڑے جانور (اونٹ، گائے، بھینس) کا ساتواں حصہ ہو، لہٰذا بڑے جانور میں کسی شریک کا حصہ اگر پورے جانور کے گوشت یا اس کی قیمت کے ساتویں حصہ سے بھی کم ہے تو کسی شریک کی بھی قربانی درست نہیں۔ البتہ اگر شرکاء سات سے کم ہوں اور بعض کا حصہ ساتویں حصہ سے زائد ہو تو کوئی مضایقہ نہیں۔

جن عیب دار جانوروں کی قربانی جائز نہیں:

(۱) جس کا ایک یا دونوں سینگ جڑ سے اکھڑ گئے ہوں۔

(۲) جس بھیڑ، بکری کی پیدائشی طور پر دم نہ ہو۔

(۳) اندھا جانور۔

(۴) ایسا کانا جانور جس کا کانا پن واضح نظر آتا ہو۔

(۵) اس قدر لنگڑا جو چل کر قربان گاہ تک نہ پہنچ سکتا ہو، یعنی چلنے میں لنگڑا پاؤں زمین پر نہ ٹیکتا ہو۔

(۶) ایسا بیمار جس کی بیماری بالکل ظاہر ہو۔

(۷) جس کے پیدائشی طور پر دونوں یا ایک کان نہ ہو۔

(۸) جس کی چکتی، دم، کان یا ایک آنکھ کی بینائی کا نصف یا اس

سے زیادہ حصہ جاتا رہا ہو۔

ان اعضاء کا کتنا حصہ جاتا رہا تو قربانی جائز نہیں؟ اس کے بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے چار روایات ہیں:

1 چوتھائی، 2 تہائی، 3 تہائی سے زیادہ، 4 نصف۔

بعض اکابر نے تہائی والی اور بعض نے تہائی سے زائد والی روایت کے مطابق فتویٰ دیا ہے، مگر علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی چوتھی روایت کو ترجیح دی ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول بھی اسی کے مطابق ہے اور امام اعظم کے اسی کی طرف رجوع کا قول بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وفی البزازیة وظاهر مذهبهما ان النصف كثير الخ وفی غاية البيان ووجه الرواية الرابعة و هی قولهما واليها رجع الامام ان الكثير من كل شئ اكثره وفی النصف تعارض الجانبان الخ ای فقال بعدم الجواز احتياطا بدائع وبه ظهران مافی المتن كالهداية والكنز والملتقی هوالرابعة وعليها الفتوىٰ كما يذكره الشارح عن المجتبی وكأنهم اختاروها لان المتبادر من قول الامام السابق هوالرجوع عما هو ظاهر الرواية عنه الی قولهما. والله تعالیٰ اعلم.

(ردالمحتار ص ۵۳٦ ج ۹، دار المعرفۃ)

(۹) جس کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر گر جانے یا گھس جانے کی وجہ سے چارہ نہ کھا سکتا ہو۔

(۱۰) جسے مرض جنون اس حد تک لاحق ہو گیا ہو کہ چارہ بھی نہ کھا سکے۔

(۱۱) ایسا خارشی جانور جو بہت دبلا اور کمزور ہو۔

(۱۲) جس کی ناک کاٹ دی گئی ہو۔

(۱۳) جس کے تھن کاٹ دیئے گئے ہوں۔

(۱۴) جس کے تھن اتنے خشک ہو گئے ہوں کہ ان میں دودھ نہ اُترے۔

(۱۵) جس گائے کے دو تھن کاٹ دیئے گئے ہوں۔

(۱٦) جس بھیڑ، بکری کے ایک تھن کی گھنڈی (سر) جاتی رہی ہو۔

(۱۷) جس اونٹنی یا گائے کے دو تھنوں کی گھنڈیاں جاتی رہی ہوں۔

(۱۸) جس گائے کی پوری یا تہائی سے زیادہ زبان کاٹ دی گئی ہو۔

(۱۹) جلالہ یعنی جس جانور کی غذا صرف نجاست اور گندگی ہو۔

(۲۰) ایسا لاغر اور دبلا جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو۔

(۲۱) جس کا ایک پاؤں کٹ گیا ہو۔

(۲۲) خنثیٰ جانور جس میں نر و مادہ دونوں کی علامات ہوں۔

جن جانوروں کی قربانی جائز، مگر خلاف اولیٰ ہے

(۱) جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں۔

(۲) جس کے سینگ ٹوٹ گئے ہوں، مگر ٹوٹنے کا اثر جڑ تک نہ پہنچا ہو۔

(۳) اتنا بوڑھا جو جفتی پر قادر نہ ہو۔

(۴) ایسی گائے وغیرہ جو بڑھاپے کے سبب بچے جننے سے عاجز ہو۔

(۵) حاملہ یا بچے والی اونٹنی، گائے یا بکری۔

(٦) جس کے تھنوں میں بغیر کسی بیماری کے دودھ نہ اُترتا ہو۔

(۷) جسے کھانسی ہو۔

(۸) جسے داغا گیا ہو۔

(۹) وہ بھیڑ بکری جس کی دم پیدائشی طور پر بہت چھوٹی ہو۔

(۱۰) ایسا کانا جس کا کانا پن پوری طرح واضح نہ ہو۔

(۱۱) لنگڑا جو چلنے پر قادر ہو، یعنی چوتھا پاؤں بھی زمین پر رکھتا ہو اور چلنے میں اس سے مدد لیتا ہو۔

(۱۲) بیمار جس کی بیماری زیادہ ظاہر نہ ہو۔

ولایتی گائے کی قربانی

بیرونی ممالک سے درآمدہ گائے کی ایک قسم چھوٹے قد کی اور باریک ٹانگوں والی ہوتی ہے اور بعض لوگ اسے خنزیر کے مشابہ بتاتے ہیں، اس کے بارے میں مشہور ہے کہ مغربی ممالک میں خنزیر پر تحقیق کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ مادہ خنزیر بیک وقت دس بارہ بچے جنتی ہے، اس کے تھنوں میں دودھ بہت زیادہ ہوتا ہے اور یہ سارے بچے اس کے اپنے دودھ ہی سے پرورش پاتے ہیں، چنانچہ انہوں نے بطور تجربہ گائے کو خنزیر سے حاملہ کروایا، جب بچے پیدا ہوئے تو وہ اسی قد کاٹھ اور ڈیل ڈول کے تھے اور گائے کے تھنوں میں دودھ بھی زیادہ تھا۔ اب مغربی ممالک سے اس قسم کی گائے کثرت سے برآمد ہونے لگی ہے۔

بہت سے لوگ اس بارے میں تشویش میں مبتلا ہیں کہ ایسی گائے کا دودھ اور گوشت حلال ہے یا حرام؟ اور ایسی گائے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ اس سے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ اولاً تو اس فارمی گائے کے بارے میں جو باتیں مشہور ہیں اس کی یقینی تحقیق نہیں کہ واقعۃً ایسا ہوتا ہے یا نہیں؟ اور جب تک کوئی بات یقینی طور پر ثابت نہ ہو اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔

ثانیاً بعض ڈاکٹروں کے بقول ہمارے ہاں گائے کے دودھ کی پیداوار بہت کم تھی، حیوانات کے ماہرین نے آسٹریلیا، فرانس، جرمنی، برطانیہ، امریکا اور ہالینڈ کی فریزین اور جرسی نسل کے نر کا مادہ منویہ لے کر تجربہ گاہ حیوانات کورنگی کراچی میں سندھی نسل کی گائے کو مصنوعی طریقہ سے حاملہ کروایا تو اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے، مگر اس طرح دو نسلوں کے مخلوط طریقۂ افزائش حیوانات سے گائے کی شکل، آواز، رنگ اور قد و قامت میں واضح فرق آیا۔ حاصل یہ کہ اس میں خنزیر کی پیوندکاری کا عمل دخل نہیں ہے۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ باتیں صحیح ہیں تو بھی اس سے گائے کے گوشت اور دودھ کی حلت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ کوئی جانور کس جنس میں شامل ہے؟ اس سے متعلق فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ وہ ماں کے تابع ہے، ماں جس جنس کی ہو وہ اسی جنس کا شمار ہوگا اگرچہ ماں کسی اور جنس کے نر سے حاملہ ہوئی ہو اور بچہ مکمل طور پر نر کے مشابہ ہو، چنانچہ فقہ حنفی کی شہرۂ آفاق کتاب ”ردالمحتار“ میں مذکور ہے کہ کسی بکری نے بھیڑیئے کا بچہ جنا تو وہ بچہ حلال ہے۔ (ردالمحتار ص ۱۱۳، ج ٦)

لہٰذا ایسی گائے کا گوشت اور دودھ حلال اور اس کی قربانی بلا شبہ جائز ہے۔

(۱۳) جس کے کان، چکتی، دم یا بینائی کا نصف سے کم حصہ جاتا رہا ہو۔

(۱۴) جس کے کچھ دانت نہ ہوں، مگر وہ چارہ کھا سکتا ہو۔

(۱۵) مجنون جس کا جنون اس حد تک نہ پہنچا ہو کہ چارہ نہ کھا سکے۔

(۱۶) خارشی جو فربہ یعنی موٹا تازہ ہو۔

(۱۷) جس کا کان چیر دیا گیا ہو یا کاٹ دیا گیا ہو، مگر نصف سے کم، اگر دونوں کانوں کا کچھ حصہ کاٹ دیا گیا ہو اور دونوں کے کٹے ہوئے اجزاء کا مجموعہ نصف کے برابر ہو جائے تو احتیاطاً اس کی قربانی نہ کی جائے، اگر کسی نے کردی تو ہو جائے گی۔

(۱۸) بھینگا۔

(۱۹) بھیڑ یا دنبہ جس کی اون کاٹ دی گئی ہو۔

(۲۰) بکری جس کی زبان کٹ گئی ہو، بشرطیکہ چارہ آسانی کھا سکتی ہو۔

(۲۱) جلالہ اونٹ، جسے چالیس دن باندھ کر چارہ کھلایا جائے۔

(۲۲) دبلا جانور جو بہت لاغر اور کمزور نہ ہو۔

مذکورہ بالا جانوروں کی قربانی جائز ہے، مگر مکروہ تنزیہی ہے۔ مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور تمام عیوب سے پاک ہو۔

ذبح کیلئے گراتے ہوئے عیب پیدا ہو گیا:

جانور کو ذبح کے لئے لایا گیا اور گراتے ہوئے اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی، یا اور کوئی عیب پیدا ہو گیا، مثلاً: گائے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اسی اثناء میں اس کی آنکھ پھوٹ گئی، پھر اسے پکڑ کر ذبح کر دیا گیا تو قربانی درست ہو گئی۔ ذبح کرتے ہوئے چھری ہاتھ سے چھوٹ کر آنکھ وغیرہ ضائع کر دے تو بھی یہی حکم ہے۔

جانور خریدنے کے بعد عیب دار ہو گیا:

اگر کسی نے قربانی کے لئے جانور خریدا، پھر ذبح کے لئے لانے سے پہلے ایسا عیب پیدا ہو گیا جس کے ہوتے ہوئے اس کی قربانی جائز نہیں تو مالدار پر ضروری ہے کہ وہ دوسرے بے عیب جانور کی قربانی کرے۔ فقیر پر تبدیل کرنا ضروری نہیں۔ وہ اسی معیوب جانور کی قربانی کر سکتا ہے، مگر بسہولت ہو سکے تو وہ دوسرے جانور کی قربانی کرے۔

البتہ اگر فقیر نے زبان سے نذر مان کر قربانی اپنے اوپر واجب کی تھی تو اس پر بھی دوسرے بے عیب جانور کی قربانی واجب ہے۔

خصی جانور کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے:

بعض لوگ خصی جانور کی قربانی کو درست نہیں سمجھتے، یہ خیال غلط ہے، بلکہ خصی جانور کی قربانی زیادہ افضل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصی جانور کی قربانی فرمائی ہے۔

بسم اللہ اللہ اکبر کہنا صرف ذابح پر واجب ہے:

عوام میں مشہور ہے کہ ذابح کے علاوہ جانور کو پکڑنے والے اور مدد کرنے والے پر بھی بسم اللہ، اللہ اکبر کہنا واجب ہے، یہ محض غلط ہے، یہ صرف ذبح کرنے والے پر واجب ہے۔

عورتوں کا ذبیحہ حلال ہے:

بعض لوگ عورتوں کے ذبیحہ کو درست نہیں سمجھتے۔ یہ بھی غلط خیال ہے۔ عورت، سمجھدار بچہ اور بچی کا ذبیحہ درست ہے۔

ذبح فوق العقدہ کا حکم:

اگر کسی جانور کو عقدہ (گردن میں ابھری ہوئی گانٹھ نما ہڈی) کے اوپر سے ذبح کر دیا، یعنی عقدہ نیچے کی طرف رہ گیا اور جانور کو گردن کے بالکل آخری ٹھوڑی سے متصل حصہ سے ذبح کر دیا تو بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ذبح صحیح نہیں ہوا اور جانور حرام ہو گیا کیونکہ اس جگہ سے ذبح کرنے سے وہ رگیں نہیں کٹتیں جن کا کاٹنا ضروری ہے۔

یہ غلط فہمی ہے، حقیقت یہ ہے کہ عقدہ کے اوپر سے ذبح کرنے سے وہ رگیں کٹ جاتی ہیں جن کا ذبح میں کاٹنا ضروری ہے اور اس سے مکمل طور پر خون بہ جاتا ہے، اس لئے اس طرح جانور بلاشبہ حلال ہو جاتا ہے، کسی قسم کا شبہ نہ کیا جائے، البتہ ذبح کرنے والے کو چاہئے کہ وہ عقدہ کے نیچے سے ذبح کرے کہ احتیاط اسی میں ہے۔

جانور بے قابو ہو گیا تو ذبح اضطراری جائز ہے:

اگر جانور بے قابو ہو کر ہاتھ سے چھوٹ جائے اور پکڑنے میں نہ آئے تو ذبح اضطراری بھی جائز ہے، یعنی چھری، برچھی وغیرہ کسی دھاردار آلہ پر ذبح کی نیت سے بسم اللہ پڑھ کر دے مار دے، وہ جانور کے جسم میں جس جگہ بھی لگ جائے اور جانور ہلاک ہو جائے تو تو جانور حلال ہو جائے گا۔

بکری آبادی میں بھاگ جائے تو ذبح اضطراری جائز نہیں کیونکہ پیچھا کر کے اسے قابو میں لایا جا سکتا ہے اور صحراء میں بھاگ جائے تو ذبح اضطراری جائز ہے۔

اونٹ یا گائے، بھینس بے قابو ہو کر بھاگ جائیں تو بہر صورت ذبح اضراری جائز ہے، خواہ آبادی میں بھاگیں یا صحراء میں۔

اسی طرح جانور نے کسی پر حملہ کر دیا اور اس نے بہ نیت ذبح بسم اللہ پڑھ کر اسے قتل کر دیا تو بھی حلال ہو جائے گا۔

متفرق مسائل

قربانی کے جانور کے دودھ، اون اور گوبر کا حکم:

مندرجہ ذیل صورتوں میں قربانی کے جانور کا دودھ، اون اور گوبر استعمال میں لانا اور اس سے نفع حاصل کرنا بلا کراہت جائز ہے:

۱۔ جانور گھر کا پالتو ہو۔

۲۔ جانور خریدا ہو مگر خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ ہو۔

۳۔ قربانی کی نیت سے خریدا ہو مگر اس کا گزارا باہر چرنے پر نہ ہو بلکہ گھر میں چارہ کھاتا ہو۔

اگر قربانی کی نیت سے خریدا ہو اور باہر چر کر گزر کرتا ہو تو اس کے دودھ، اون اور گوبر کو استعمال میں ناجائز ہے مگر استعمال میں نہ لانا بہتر واحوط ہے۔

ایسے جانور کا دودھ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار کر خشک کر دینا چاہئے، اگر خشک نہ ہو اور جانور کو تکلیف ہو رہی ہو تو نکال کر صدقہ کر دینا چاہئے۔

اگر ذبح کرنے کے بعد اون کاٹی جائے تو اسے اپنے استعمال میں لانا جائز ہے، اسے بیچ کر قیمت استعمال میں لانا صحیح نہیں، اگر بیچ دی تو قیمت صدقہ کر دینی چاہئے۔

حلال جانور کی سات چیزوں کا کھانا حرام ہے

قربانی کا جانور بدلنا:

جانور گھر کا پالتو ہو یا خریدنے کے بعد قربانی کی نیت کی ہو تو اس کا بدلنا غنی اور فقیر دونوں کے لئے جائز ہے اور اگر قربانی کی نیت سے خریدا ہو تو اس میں تین روایات ہیں:

(۱)...... غنی اور فقیر دونوں کے لئے بنیت اضحیہ جانور خریدنے سے وہ قربانی کے لئے متعین نہیں ہوتا، لہٰذا دونوں کے لئے بدلنا جائز ہے۔

(۲)...... دونوں کے لئے متعین ہو جاتا ہے۔ غنی پر بقدر مالیت اور فقیر پر اسی جانور کی قربانی واجب ہے۔ بقدر مالیت کا مطلب یہ ہے کہ غنی پر بعینہ اسی جانور کا ذبح کرنا تو واجب نہیں، مگر اس جانور کی مالیت سے وجوب متعلق ہو گیا۔

اس روایت کے مطابق غنی کے لئے جانور بدلنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں مختلف اقوال ہیں، راجح قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ جانور بدلنا مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن اگر کسی نے بدل کر کوئی دوسرا جانور بطور اضحیہ ذبح کر دیا تو پہلے کو ذبح کرنا ضروری نہیں۔

حلال جانوروں کی سات چیزوں کا کھانا حرام ہے

۱۔ بہتا خون۔

۲۔ مذکر کی پیشاب گاہ۔

۳۔ خصیتین۔

۴۔ مؤنث کی پیشاب گاہ۔

۵۔ غدود۔

۶۔ مثانہ۔

۷۔ پتہ۔

اس کو ویسے ہی چھوڑ دینا بلا کراہت جائز ہے۔

دونوں صورتوں میں اگر ادنیٰ جانور سے تبدیل کیا تو جتنی قیمت پہلے جانور کی زیادہ تھی اتنی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔

یہ دونوں قول ظاہر الروایۃ ہیں۔ پہلے قول میں وسعت اور آسانی زیادہ ہے اور دوسرا قول احوط و اشہر ہے۔

(۳)...... غنی کے لئے بنیت اضحیہ خریدنے سے جانور قربانی کے لئے متعین نہیں ہوتا، فقیر کے لئے متعین ہو جاتا ہے، لہٰذا غنی کے لئے اس جانور کا بدلنا مطلقاً جائز ہے اور فقیر کے لئے مطلقاً ناجائز۔

اس پر کئی مسائل متفرع ہوتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) بنیت اضحیہ جانور خریدا وہ گم ہو گیا، پھر دوسرا جانور خرید لیا، اس کے بعد ایام نحر میں پہلا بھی مل گیا:

مذکورہ صورت میں پہلی روایت کے مطابق (جو اوسع و ایسر ہے) غنی اور فقیر دونوں کو اختیار ہے کہ دونوں جانوروں میں سے کوئی ایک یا ان دونوں کے سوا کوئی اور جانور ذبح کریں۔ فقیر کو یہ بھی اختیار ہے کہ کوئی جانور بھی ذبح نہ کرے۔

(۲) بنیت اضحیہ جانور خریدا، پھر وہ گم ہو گیا یا مر گیا:

اس صورت میں غنی پر تینوں روایات کے مطابق دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے۔ خواہ پہلے جانور سے کم قیمت ہی کا ہو، فقیر پر کچھ بھی واجب نہیں۔

(۳) بنیت اضحیہ جانور خریدا، وہ گم ہو گیا دوسرا جانور خرید کر ایام نحر میں ذبح کر دیا، پھر ایام نحر ہی میں پہلا جانور مل گیا:

اس صورت میں پہلی روایت کے مطابق غنی اور فقیر دونوں پر کچھ واجب نہیں۔

(۴) بنیت اضحیہ جانور خریدا، وہ گم ہو گیا دوسرا جانور خریدا، مگر ایام نحر میں ذبح نہیں کیا، ایام نحر گذرنے کے بعد پہلا جانور بھی مل گیا:

پہلی روایت کے مطابق غنی پر واجب ہے کہ کوئی ایک جانور زندہ یا کسی بھی لائق اضحیہ جانور کی قیمت صدقہ کر دے۔ فقیر پر کچھ بھی واجب نہیں۔

(۵) بنیت اضحیہ جانور خریدا، وہ گم ہو گیا دوسرا جانور خرید کر ایام نحر میں ذبح کر دیا، ایام نحر گذرنے کے بعد پہلا جانور بھی مل گیا:

روایت اولیٰ کے مطابق غنی اور فقیر دونوں پر کچھ بھی واجب نہیں۔

(۶) بنیت اضحیہ جانور خریدا، مگر ایام نحر میں ذبح نہ کیا:

روایت اولیٰ کے مطابق غنی پر یہی جانور زندہ یا کسی بھی لائق اضحیہ جانور کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔ فقیر پر کچھ بھی واجب نہیں۔

(۷) فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خرید کر ذبح کیا، پھر ایام نحر میں مالدار ہوگیا:

روایت اولیٰ کا مقتضا یہ ہے کہ اس پر کچھ بھی واجب نہ ہو۔

ضروری وضاحت

ہم نے مندرجہ بالا مسائل روایت اولیٰ جو ظاہر الروایۃ ہونے کے ساتھ ساتھ اوسع وایسر (زیادہ وسعت اور آسانی والی) بھی ہے، اس کے مطابق لکھے ہیں۔ بعض کتب میں تیسری روایت کے مطابق مسائل لکھے گئے ہیں، اگر کوئی احتیاطاً ان کتب کی تحریر کے مطابق عمل کرنا چاہے تو اچھی بات ہے۔

جانور متعین کیا تھا، مگر قربانی نہ کرسکا:

اگر کسی مالدار نے قربانی نہیں کی، حتیٰ کہ قربانی کے ایام گذر گئے تو اب قربانی فوت ہوگئی۔ اگر اس نے قربانی کا جانور زبان سے نذر مان کر (کہ اس خاص جانور کی قربانی کرنا میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا) معین کر رکھا تھا تو اب قربانی کے ایام کے بعد اسی زندہ جانور کو فقراء پر صدقہ کردے، اگر بیچ دیا تو اس کی قیمت اور ذبح کردیا تو اس کا سارا گوشت پوست صدقہ کردے۔ اگر مذبوحہ جانور کی قیمت زندہ سے کم ہے تو جتنی کم ہے اتنا صدقہ کرنا بھی ضروری ہے، اگر گوشت پوست میں سے کچھ خود استعمال کرلیا تو اس کی قیمت صدقہ کرے۔

مالدار نے جانور متعین نہیں کیا تھا، ایام گذر گئے:

کسی شخص پر قربانی واجب تھی، مگر اس نے غفلت کی اور قربانی نہیں کی تو اگر اس نے کوئی جانور متعین نہیں کیا تھا تو قربانی کے قابل متوسط درجہ کی بھیڑ یا بکری کی قیمت فقراء پر صدقہ کرنا واجب ہے۔ گائے کے ساتویں حصہ کی قیمت کا تصدق کافی نہیں۔ اسی طرح دوسرے سال اس سال کی قضاء کے طور پر جانور ذبح کرنا بھی کافی نہیں۔

فقیر نے پالتو جانور کی قربانی کی نیت کی، پھر قربانی نہیں کی:

اگر فقیر نے قربانی کے لئے جانور خریدا نہیں، بلکہ جانور اس کے پاس پہلے سے موجود تھا، اس کی قربانی کی نیت کرلی تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوئی، اس لئے اگر ایام گذر گئے اور اس نے قربانی نہیں کی تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں۔

جانور ہلاک ہوگیا:

قربانی کے لئے خریدا ہوا جانور ہلاک ہوجائے یا چوری ہوجائے تو مالدار پر دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے۔ فقیر سے قربانی ساقط ہوگئی، دوسرے جانور کی قربانی واجب نہیں۔

قربانی کی وصیت و توکیل:

کسی نے یہ وصیت کی کہ اس کے انتقال کے بعد اس کی طرف سے قربانی کردی جائے، مزید کوئی وضاحت نہ کی کہ کون سا جانور ذبح کیا جائے، نہ ہی قیمت بیان کی کہ اتنی مالیت کا جانور خریدا جائے تو بھی وصیت جائز و نافذ ہے جو ایک بکری یا بھیڑ ذبح کرنے سے پوری ہوجائے گی۔

لیکن اگر کسی زندہ شخص نے جانور یا قیمت کی تعیین کئے بغیر کسی کو وکیل بنایا کہ میری طرف سے قربانی کردو تو یہ توکیل صحیح نہیں، اگر دوسرے شخص نے قربانی کردی تو قربانی نہیں ہوگی۔

غیر کی طرف سے قربانی:

گائے کی قربانی میں کسی غائب شخص کا حصہ اس کے حکم سے یا حکم کے بغیر شامل کرلیا تو اس شخص کی اور دوسرے شرکاء کی قربانی درست ہوگی یا نہیں؟ اس میں یہ تفصیل ہے:

۱۔ دوسرے کی طرف سے نفل قربانی اس کے حکم کے بغیر بھی جائز ہے اور یہ دراصل خود جانور کے مالک یا حصہ خریدنے والے کی قربانی ہے، جس کا ثواب دوسرے کو پہنچا رہا ہے۔

۲۔ دوسرے کے حکم سے اس کی نفل یا واجب قربانی کا حصہ گائے میں شامل کیا تو سب کی قربانی درست ہے۔

۳۔ دوسرے کے حکم کے بغیر اس کی واجب قربانی کا حصہ شامل کیا تو اگر اس شخص کی طرف سے قربانی کرنے کا مستقل معمول ہے تو بھی سب کی قربانی درست ہے۔

۴۔ بغیر حکم کے ایسے شخص کی قربانی کا حصہ گائے میں رکھا جس کی طرف سے قربانی کرنے کا مستقل معمول نہیں تو اس دوسرے شخص کی قربانی نہیں ہوئی۔

اس صورت میں دوسرے شرکاء کی قربانی ہوئی یا نہیں؟ اس میں عبارات فقہ مختلف ہیں، قول عدم جواز احوط ہے اور قول جواز عقل و درایت کے مطابق ہے، اس لئے کہ جب نامزد کردہ حصہ کا مالک بھی خود ذابح یا خریدنے والا ہے تو اس کی اور باقی شرکاء کی قربانی صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

۵۔ غیر کی واجب قربانی میں اپنی بکری ذبح کردی، جبکہ غیر نے اس بکری پر قبضہ نہیں کیا تھا تو نہ اپنی قربانی ہوئی نہ غیر کی ہوئی، خواہ اس کے حکم سے کی ہو یا بغیر حکم کے۔

۶۔ اگر غیر کے حکم سے بکری خرید کر غیر کی طرف سے قربانی کی تو صحیح ہوجائے گی۔

دوسرے شخص نے بلا اجازت جانور ذبح کردیا:

اگر کسی کی قربانی کا جانور اس سے صراحۃً اجازت لئے بغیر دوسرے شخص نے ذبح کردیا تو اگر اس نے مالک ہی کیلئے ذبح کیا تو یہ قربانی مالک ہی کی طرف سے ہوگی اور ذابح پر ضمان نہ آئے گا اور اگر ذابح نے اپنے لئے ذبح کیا تو اس کا فیصلہ مالک پر موقوف ہے، اگر وہ ذبح کرنے والے کو اس کی قیمت کا ضامن ٹھہرائے تو یہ قربانی ذبح کرنے والے کی طرف سے ہو جائے گی اور اگر مالک مذبوحہ جانور لے لے تو یہ قربانی مالک کی ہوگی۔

میت کی طرف سے قربانی:

قربانی کسی میت یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی استاذ یا والدین یا کسی رشتہ دار کی طرف سے کرنا درست ہے۔ یہ قربانی درحقیقت جانور کے مالک یا حصہ خریدنے والے کی ہے جس کا ثواب وہ مذکورہ بالا اشخاص کو پہنچا رہا ہے۔

میت کی قربانی کا گوشت کھانا:

کوئی شخص میت کی طرف سے بغیر اس کی وصیت کے نفل قربانی کرے تو اس میں سے خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا جائز ہے، اس لئے کہ اس کا حال مثل اپنی قربانی کے ہے، لیکن اگر میت نے قربانی کرنے کی وصیت کی ہو تو اس میں سے خود کھانا یا اغنیاء کو کھلانا جائز نہیں، بلکہ سارا گوشت فقراء پر صدقہ کرنا لازم ہے۔

گوشت کی تقسیم

اگر بڑے جانور میں کئی شرکاء ہیں اور آپس میں گوشت تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ پوری احتیاط سے وزن کرکے تقسیم کریں۔ اندازہ سے تقسیم کرلینا جائز نہیں، اگرچہ باہم کمی بیشی معاف کردیں۔ یہ حق شرع ہے جو کسی کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا۔ وزن نہ کرنے میں کمی بیشی لازمی بات ہے جس میں سود کا گناہ ہوگا۔

وزن کی مشقت سے بچنے کی آسان تدبیر:

اگر وزن کی مشقت سے بچنا چاہیں تو اس کی آسان تدبیر یہ ہے کہ سری پائے یا کلیجی کے ٹکڑے کرکے ہر حصہ میں ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا جائے۔ اس طرح اندازہ سے تقسیم کرنا بھی جائز ہوجائے گا۔

گوشت تقسیم کرنا کس صورت میں ضروری نہیں؟

(۱) وزن کرکے برابر تقسیم کرنا اس صورت میں ضروری ہے کہ شرکاء آپس میں تقسیم کرنا چاہیں، اگر سارا گوشت لوگوں میں تقسیم کرنا چاہیں یا پکا کر ان کو کھلانا چاہیں تو تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں۔

البتہ اگر شرکاء میں سے کسی نے زبان سے نذر مان کر قربانی اپنے اوپر واجب کی تھی تو اس کا حصہ الگ کرکے فقراء پر صدقہ کرنا واجب ہے۔

(۲) اگر کسی نے پورا جانور اپنے گھر کے افراد کے لئے رکھ لیا تو تقسیم کرنا ضروری نہیں، مثلاً: گائے خریدی اور اس کا ایک حصہ اپنے لئے، ایک حصہ بیوی کے لئے اور باقی حصص بالغ اولاد کے لئے رکھ لئے، پھر ذبح کرنے کے بعد پورا گوشت تقسیم کئے بغیر گھر میں رکھ لیا اور سب ایک ہی گھر میں رہتے اور کھانا مشترک کھاتے ہیں تو جائز ہے۔

•قربانی کے گوشت کے تین حصے مستحب ہیں:

افضل یہ ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے کرکے ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے لئے رکھے ایک حصہ اقارب واحباب میں تقسیم کرے، ایک حصہ فقراء میں تقسیم کرے۔ جس شخص کے اہل وعیال زیادہ ہوں وہ تمام گوشت خود بھی رکھ سکتا ہے، یہ استحباب کے خلاف نہیں۔

قربانی کی کھال کے احکام

کھال اپنے استعمال میں لانا جائز ہے:

قربانی کی کھال کا قربانی کرنے والے اس کے اہل و عیال اور گھر کے دوسرے افراد کیلئے اپنے استعمال میں لانا جائز ہے۔ جائے نماز، دستر خوان، مشکیزہ، ڈول، موزہ، جوتا وغیرہ کوئی بھی چیز بنا کر استعمال کی جاسکتی ہے۔

اپنے استعمال کیلئے بنائی گئی کسی چیز کو کرائے پر دینا جائز نہیں:

کھال سے مذکورہ بالا اشیاء میں سے کوئی چیز بنائی تو اسے کرایہ پر دینا جائز نہیں، اگر کسی نے غلطی سے کرایہ پر دیا تو جو کرایہ ملے اسے صدقہ کرنا واجب ہے۔

کھال یا اس سے بنی ہوئی شیء کا ہبہ جائز ہے:

قربانی کی کھال یا اس سے بنائی گئی کوئی بھی چیز کسی کو بغیر عوض کے ہبہ میں دے دینا جائز ہے، جس کو دی جائے خواہ وہ سید اور مالدار ہو، یا اپنے ماں، باپ اور اہل و عیال ہوں، کوئی رشتہ دار یا اجنبی ہو، ہر ایک کو دینا جائز ہے۔

کھال معاوضہ میں دینا جائز نہیں:

قربانی کی کھال، اون، آنتیں، گوشت، چربی یعنی جانور کا کوئی جزء کسی خدمت اور مزدوری کے معاوضہ میں دینا جائز نہیں۔ بعض علاقوں میں کھال قصاب کو مزدوری کے طور پر دے دی جاتی ہے۔ قربانی کی کوئی چیز قصاب کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔ اس کی اجرت الگ دینا چاہئے۔

امام اور مؤذن کو بھی تنخواہ اور اجرت کے طور پر دینا جائز نہیں۔ بطور ہدیہ کسی کو بھی دے سکتے ہیں۔

کھال فروخت کرنا:

قربانی کی کھال یا اس سے بنائی ہوئی چیز کو فروخت کرنے میں تفصیل ذیل ہے:

۱۔ اگر روپے کے عوض فروخت کی تو حاصل ہونے والی رقم کا فقراء پر صدقہ کرنا واجب ہے۔

۲۔ کسی ایسی چیز کے عوض فروخت کی جو باقی رہتے ہوئے استعمال میں نہیں آسکتی یعنی اسے خرچ کئے بغیر اس سے نفع نہیں اٹھایا جاسکتا، مثلاً کھانے پینے کی کوئی چیز، تیل، پیٹرول، رنگ و روغن، صابن وغیرہ، تو ان اشیاء کا بھی صدقہ کرنا واجب ہے۔ خود استعمال کرنا جائز نہیں۔ قربانی کی کھال ان اشیاء یا روپے کے عوض صدقہ کرنے کی نیت سے فروخت کی تو کوئی حرج نہیں اور اپنے استعمال میں لانے کیلئے فروخت کی تو مکروہ ہے۔ جس پر استغفار لازم ہے اور ان اشیاء کا صدقہ کرنا دونوں صورتوں میں واجب ہے۔

۳۔ اگر قربانی کی کھال یا اس سے بنائی ہوئی کوئی چیز کسی ایسی چیز کے بدلے میں فروخت کی جو باقی رہتے ہوئے استعمال میں آتی ہے، یعنی اسے خرچ کئے بغیر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، مثلاً کپڑے، برتن، کتاب، قلم وغیرہ تو ان اشیاء کا فقراء پر صدقہ کرنا واجب نہیں، خود استعمال کرنا، ہبہ کرنا، خیرات کرنا سب جائز ہے۔

۴۔ کھال کسی باقی رہنے والی چیز کے عوض فروخت کی، پھر اس چیز کو کھانے پینے یا استعمال سے خرچ ہونے والی کسی چیز کے بدلے فروخت کر دیا تو حاصل ہونے والی رقم کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

کھال کا مصرف:

جن صورتوں میں کھال سے حاصل کی ہوئی رقم یا چیز کا صدقہ واجب ہے، وہ صدقہ صرف انہی فقراء و مساکین کو دیا جاسکتا ہے جنہیں زکوٰۃ دینا درست ہو، جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، انہیں یہ صدقہ دینا بھی جائز نہیں۔ جس پر زکوٰۃ یا قربانی واجب ہو، وہ اس صدقہ کا مستحق نہیں۔

باپ مالدار ہو تو بچوں کو صدقہ دینا:

اگر باپ مالدار ہو تو اس کے نابالغ بچوں کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔ اور بالغ بچے اگر مالدار نہ ہوں تو انہیں یہ صدقہ دیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی مالدار شخص کی بیوی مالدار نہ ہو تو اسے بھی دیا جاسکتا ہے۔ اگر نابالغ بچوں کی ماں تو مالدار ہے، باپ مالدار نہیں تو ان بچوں کو بھی یہ صدقہ دیا جاسکتا ہے۔

سیّد کو صدقہ دینا:

سیّد اور بنو ہاشم کو (یعنی جو لوگ حضرت علی، حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عقیل، حضرت حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد ہوں) یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔ اگر یہ حاجت مند ہوں تو مسلمانوں کو چاہئے کہ ویسے ان کی مدد کریں اور اس کو اپنی سعادت سمجھیں۔

والدین یا اولاد کو صدقہ دینا:

اپنے ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، پردادا، پردادی وغیرہ کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں، اس سے واجب ادا نہیں ہوگا۔ والدین کی خدمت ویسے ہی اولاد کے ذمہ فرض ہے۔ اسی طرح اپنی اولاد، پوتے، پوتی، نواسے، نواسی وغیرہ کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔ اسی طرح شوہر اور بیوی کا ایک دوسرے کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔

مذکورہ بالا کے سوا سب رشتہ داروں کو یہ صدقہ دینا جائز ہے، بشرطیکہ وہ مستحق زکوٰۃ ہوں، بلکہ ان کو دینے میں دوگنا ثواب ہے، ایک صدقہ کا، دوسرا صلہ رحمی کا۔

کسی خدمت کے معاوضہ میں صدقہ دینا:

کسی کی مزدوری یا حق خدمت کے طور پر یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔ لہٰذا قصاب کی مزدوری یا امام و مؤذن کی خدمت کے معاوضہ کے طور پر ان کو یہ صدقہ دینے سے واجب ادا نہیں ہوگا۔

کھال اور اس کی رقم بطور تملیک دینا ضروری ہے:

زکوٰۃ اور دوسرے صدقات واجبہ کی طرح اس صدقہ کے ادا ہونے کیلئے بھی یہ شرط ہے کہ کسی مسکین کو مالکانہ طور پر دے دیا جائے، جس میں اس کو ہر طرح کا اختیار ہو۔ چنانچہ اسے مسجد، مدرسہ، شفاخانہ، کنویں، پل یا کسی اور رفاہی ادارے کی تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ اگرچہ وہ ادارہ مساکین ہی کی خدمت

کیلئے وقف ہو، کیونکہ اس صورت میں کسی مسکین کو مالک بنانا اور اس کے قبضہ میں دینا نہیں پایا گیا۔ اسی طرح کسی لاوارث کے کفن دفن، یا کسی میت کا قرض ادا کرنے میں خرچ کرنا جائز نہیں۔

کسی ایسے مدرسہ یا انجمن وغیرہ کو دینا بھی جائز نہیں جہاں غریبوں کو مالکانہ طور پر وہ صدقہ نہ دیا جاتا ہو۔ بلکہ ملازمین کی تنخواہوں یا تعمیر اور فرنیچر وغیرہ انتظامی امور پر خرچ کر دیا جاتا ہو۔ البتہ اگر کسی ادارے میں مسکین طلبہ یا دوسرے مساکین کو مفت کھانا وغیرہ دیا جاتا ہو یا کوئی رفاہی ادارہ کھال یا اس کی رقم سے دوسرے مساکین کی کفالت کرتا ہو تو وہاں یہ صدقہ یا کھال دینا جائز ہے۔

مسکین صدقہ وصول کرنے کے بعد جہاں چاہے خرچ کرسکتا ہے:

اگر کھال یا اس کی رقم کسی مسکین کی ملک میں دے دی اور صراحت کر دی کہ تم اس کے پوری طرح مالک ہو، ہمیں اس میں کوئی اختیار نہیں، پھر وہ اپنی خوشی سے اس کی رقم، مسجد، مدرسہ یا کسی بھی رفاہی ادارہ کی تعمیر یا اس کے ملازمین کی تنخواہوں وغیرہ میں اپنی طرف سے لگا دے تو یہ جائز ہے۔

حیلۂ تملیک:

بعض اداروں میں حیلۂ تملیک کا یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ زکوۃ یا کھال کی رقم یا دوسرے صدقات واجبہ کی رقم کچھ مساکین کو دے کر پھر ان سے واپس لے لی جاتی ہے۔ جس کو دی جاتی ہے اسے یقین ہوتا ہے کہ مجھے اس مال کا کوئی اختیار نہیں، اگر اپنے پاس رکھ لوں گا تو ادارے کے بڑے اور دوسرے لوگ ملامت کریں گے، اس خوف اور شرم کے مارے بے چارہ یہ رقم واپس چندہ میں دے دیتا ہے۔ ممکن ہے بعض افراد دین کی ترویج واشاعت کی نیت سے بطیب خاطر بھی واپس دیتے ہوں، مگر سب کے بارے میں یہ یقین کرنا مشکل ہے۔ اس لئے اس کی بجائے بوقت ضرورت شدیدہ یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ کسی مسکین سے کہا جائے کہ وہ کسی غنی سے اپنے لئے قرض لے کر ادارہ کو دیدے، ادارہ اسے تعمیر وغیرہ ہر مصرف پر خرچ کرسکتا ہے، اور ادارہ میں مدز کوۃ وصدقات واجبہ کی جو رقم ہو وہ اس مسکین کو قرض اداء کرنے کے لئے دیدی جائے، وہ اس سے اپنا قرض اداء کرے۔

کھال بھی شرکاء میں مشترک ہے:

جس بڑے جانور کی قربانی کئی شرکاء مل کر کر رہے ہوں، اس کے گوشت کی طرح کھال بھی سب شرکاء میں مشترک ہوگی، لہٰذا کسی شریک کیلئے یہ جائز نہیں کہ دوسروں کے حصے کی کھال بلا اجازت خود رکھے یا کسی کو دے۔

اگر بقیہ شرکاء اپنا اپنا حصہ اس کو ہبہ کر دیں یا یہ ان سے خرید لے تو اب ہر طرح تصرف کرسکتا ہے۔

البتہ اگر یہ کھال فروخت کر دی اور معاوضہ میں رقم یا ایسی چیز حاصل کی جو رقم کے حکم میں ہے یعنی خرچ کئے بغیر استعمال نہیں ہو سکتی، تو اپنے حصے کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے، بقیہ حصوں کی رقم خود رکھ سکتا ہے۔

قربانی کی جھول، رسی وغیرہ:

قربانی کے جانور کی جھول، رسی اور ہار وغیرہ کو بھی کسی خدمت کے معاوضہ میں دینا جائز نہیں۔ ان چیزوں کو صدقہ کر دینا مستحب ہے، اپنے استعمال میں بھی لاسکتے ہیں۔

• کھال کی حفاظت ضروری ہے:

بعض لوگ جانور کی کھال اس طرح اتارتے ہیں کہ اس میں چھری لگ کر سوراخ ہو جاتے ہیں، یا کھال پر گوشت لگا رہ جاتا ہے، جس سے کھال کو نقصان پہنچتا ہے، اسی طرح بعض لوگ کھال اتارنے کے بعد اس کی حفاظت نہیں کرتے، سڑ کر بے کار یا بہت کم قیمت رہ جاتی ہے۔ یہ سب امور "تبذیر" یعنی فضول خرچی میں داخل ہیں، خواہ مخواہ ثواب ضائع اور گناہ لازم۔ اس لئے کھال احتیاط سے اتار کر ضائع ہونے سے بچانا شرعاً ضروری ہے۔

کھال خریدنے کے بعد ہر تصرف جائز ہے:

جس نے قربانی کی کھال خریدی، وہ اس کا مالک ہو گیا، اس میں ہر قسم کا تصرف کرسکتا ہے، خواہ اپنے پاس رکھے، یا فروخت کر کے قیمت اپنے خرچ میں لائے۔